AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

اسلامی ریاست کا تصور: نظریاتی بنیادیں، خدوخال اور کردار

The Concept of an Islamic State: Theoretical Foundations, Characteristics, and Functions

Hafiz Muhammad Shahid Mehmood
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies,
Riphah International University, Faisalabad Campus.
Dr. Khalid Mahmood Arif
Associate Professor, Department of Islamic Studies,
Riphah International University, Faisalabad Campus.

Abstract:

The concept of an Islamic state represents a unique paradigm of governance rooted in the Quran, Sunnah, and classical Islamic jurisprudence. This study critically examines the ideological foundations, defining characteristics, and functional roles of the Islamic state. It explores the philosophical underpinnings of justice, consultation (Shura), welfare, and moral governance, emphasizing the integration of spiritual and societal objectives. The research also investigates historical models and contemporary interpretations, highlighting the challenges and opportunities in implementing Islamic principles in modern political frameworks. The findings suggest that the Islamic state is not merely a political entity but a holistic system aimed at balancing individual rights, collective welfare, and ethical responsibilities. This study contributes to a nuanced understanding of Islamic political thought and its practical implications in the 21st century.

Keywords: Islamic State, Governance in Islam, Shariah Principles, Political Philosophy, Justice and Welfare, Ethical Governance

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے سب سے افضل اور اعلیٰ مخلوق انسان ہے۔ اور انسان کی دنیا اور آخرت کی کامیابی اپنے خالق کی اطاعت و فرماں برداری میں ہے۔ دنیا دار العمل ہے اور نفس و شیطان ہر لمحہ اس کوشش میں سرگرداں ہیں کہ کسی تدبیر سے انسان کو معصیت الٰہی میں مبتلا کر کے اس کی دنیا و آخرت کو تباہ کیا جائے۔ علیم و خبیر اور غفور رحیم رب نے انسان پہ اپنا مزید فضل و احسان فرمایا اور انبیاء کرام ؑ کا سلسلہ نبوت و دعوت شروع فرمایا۔ انبیاء کرام ؑ نے انسانوں کو وحی الٰہی کی روشنیوں میں نفس و شیطان کی مکاریوں اور ناپاک عزائم سے خبر دار کیا اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت و طاقت کو خلافت اسلامیہ اور اسلامی ریاست کی صورت میں قائم فرمایا۔ اسلام جس ریاست کا تصور پیش کرتا ہے اُس کے مقاصد اور محاسن و خصائص کو اگر بشکل ریاست زمین پر نافذ و بحال کیا جائے تو ان کی وجہ سے انسانوں میں اپنے رب کی فرماں برداری کا شوق و جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور نتیجتاً زمین میں فساد کا خاتمہ ہوتا ہے اور امن و امان بحال ہوتا ہے ابھی اس فصل میں ریاست کی انہی ذمہ داریوں اور محاسن کو بیان کیا جائے گا جن کے پیدا کرنے سے ایک اسلامی ریاست وجود میں آتی ہے۔

اسلامی ریاست کا کردار:

اسلامی ریاست کا مقصد اپنے معاشرے کے افراد کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند بنانا ہے۔ اور رعایا کو معاشی و معاشرتی اعتبار سے خود کفیل بنانا ہے۔ ایسے ہی تمام اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے اسلامی ریاست کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا پڑتی ہیں۔ اسلامی ریاست کے کردار اور انہی ذمہ داریوں کو ابھی بیان کیا جا رہا ہے۔

نفاذ شریعت:

اسلامی ریاست کے بنیادی فرائض میں سے سب سے اہم یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کا نفاذ کیا جائے، خلاف دین اور خلاف اخلاق جتنے بھی امور اور افعال معاشرے میں مروج ہوں ان کو روکے شعائر اسلام اور اقدار اسلام کے تحفظ اور احیاء کی مستقل اور مسلسل کوشش کرے۔ نظام صلوۃ قائم کرے، نظام زکوۃ قائم کرے، معروف و منکر کی تمیز کرے اور معروف کے قیام اور منکر کی روک تھام کے لئے مناسب اقدامات کرے قرآن مجید میں ہے۔

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

"الذین ان مکنھم فی الارض اقامو الصلوۃ واتوالزکوۃ وامروا بالمعروف ونھو عن المنکر"[1]

”یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین میں (حکومت) عطا کریں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے“

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔:

”حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے خطبہ میں اس آیت کی تلاوت میں فرمایا: اس میں صرف بادشاہوں کا بیان نہیں، بلکہ بادشاہ اور رعایا دونوں کا بیان ہے۔ بادشاہ پر تو یہ ہے کہ حقوق الٰہی تم سے برابر لے۔ اللہ کے حق کی کوتاہی کے بارے میں تمہیں پکڑے اور ایک کا حق دوسرے سے دلوائے اور جہاں تک ممکن ہو تمہیں صراط مستقیم سمجھاتا رہے۔ تم پر اُس کا حق یہ ہے کہ ظاہر باطن خوشی خوشی اُس کی اطاعت کرو۔[2]

سورۃ ال عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر و تومنون بااللہ"[3]

”تم وہ بہترین جماعت ہو جسے نوع انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم نیک کام کرنے کا حکم کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو“

دوسری جگہ اسی مضمون کو یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکرو اولئک ھم المفلحون"[4]

”تم میں ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو خیر کی طرف بلایا کرے۔ اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے۔ اور برے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔“

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

"ومن ایتہ الیل والنھار والشمس والقمرط لا تسجد و ا للشمس ولا للقمر واسجدوااللہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون"[5]

”اور رات اور دن اور سورج اور چاند اُسی کی نشانیوں میں سے ہیں تم سورج کو یا چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اُس اللہ کو سجدہ کرو جس نے سب کو پیدا کیا اگر تم نے اُس کی عبادت کرنی ہے تو“

ان آیات کے مفہوم سے یہ بات واضح ہوئی کہ ریاست کا کام صرف افراد کے دنیوی مفادات کا تحفظ ہی نہیں ہے بلکہ اخلاقی برائیوں کا خاتمہ اور خیر وفلاح کی اشاعت و تنفیذ اور اہتمام بھی اس کی ذمہ داری ہے۔

عدلیہ:

ریاست کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری عدلیہ کے نظام کو قائم کرنا ہے۔ اور اس کے قیام کے ساتھ دیگر کئی مقاصد کی کامیابی جڑی ہوئی ہے۔ اگر کوئی ریاست عدل قائم کرنے میں ناکام ہو جائے تو وہ بیکار سمجھی جاتی ہے۔ اگر معاشرتی نقطہ نظر سے دیکھیں تو تب بھی ریاست اس اہم فریضہ پر خاص توجہ دیتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] حج،۴۱:۲۲

[2] ابن کثیر، اسماعیل، ابو الفداء، عماد الدین، مترجم، جونا گڑھی، محمد، تفسیر ابن کثیر (اردو)، حسن القرآن پبلشرز کراچی، س ن، ج ۳، ص ۱۹۲

[3] آل عمران، ۳:۱۱۰

[4] آل عمران، ۳:۱۰۳۔۱۰۴

[5] حٰم سجدہ، ۴۱:۳۷

"لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معهم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید فیہ بأس شدید ومنافع للناس"[1]

"ہم نے اپنے رسولوں کو واضح ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اُتارا جس میں زبردست طاقت ہے اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں۔"

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا:

"یایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء اللہ ولو علی انفسکم اولوالدین ولاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما فلا تتبعو الھو ی ان تعد لو ا وان تلو او تعرضو فان اﷲ کان بماتعملون خبیرا"[2]

"اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار اور اللہ کے لئے گواہ بنو اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو (فریق معاملہ) خواہ مالدار ہو یا غریب، تو اللہ ان کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے لہذا اپنی خواہشوں کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے"

لڑائی جھگڑے کے خاتمے کے لئے عدل وانصاف پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"وان طائفتٰن من المومنین اقتتلو فا صلحوا بینھما فان بغت احد ھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفئی الی امر اﷲ فان فاء ت فاصلحو ا بینھما بالعدل واقسطوا ان اﷲ یحب المقسطین"[3]

"اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے پھر اگر رجوع کرے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کر دو اور انصاف کا خیال رکھو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"

"وأمرت لاعدل بینکم"[4]

"اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ انصاف کروں تمہارے درمیان"

"واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل"[5]

"اور جب بھی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو"

"ولا یجر منکم شنان قوم علی ان لا تعد لو ا اعد لو اھواقرب للتقوٰی"[6]

"اور کسی قوم کے ساتھ دشمنی کے باعث عدل کرو ہرگز نہ چھوڑو عدل کو یہی عدل بہت زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے"

"وان حکمت فاحکم بینھم بالاقسط"[7]

"اور اگر تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان کے درمیان انصاف کے ساتھ۔"

"قل امر ربی بالقسط "[8]

---

[1] الحدید، ۵۷:۲۵
[2] النساء، ۴:۱۳۵
[3] حجرات، ۴۹:۹
[4] الشوریٰ، ۴۲:۱۵
[5] النساء، ۴:۵۸
[6] مائدہ، ۵:۸
[7] اعراف، ۷:۲۹
[8] اعراف، ۷:۲۹

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

"اور کہہ دو کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے"

"اذا قلتم فاعد لو ا ولوکان ذاقربیٰ"[1]

"جب بات کہو تو انصاف کرو خواہ (فریق مقدمہ اپنا) رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو"

حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کا ارشاد مروی ہے:

"ان اسامہ حکم النبیﷺعن امرأة فقال: انما هلک من کان قبلکم انهم کانو ابقیمون الحد علی الوضیع و یترکون الشریف والذی نفسی بیده لو فاطمه (بنت محمد رسول الله) ذالک لقطعت یدها"[2]

"اسامہؓ نے نبی کریم ﷺ سے ایک عورت کے بارے میں سفارش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو پہلی امتیں گزری ہیں وہ اس لئے تباہ ہوئیں کہ وہ کم درجے کے لوگوں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور اونچے درجے والوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہؓ (بنت محمد ﷺ) بھی ایسا کرتیں تو میں اس کے ہاتھ ضرور کاٹتا"

"عن ابن مسعود قال قال رسول اللهﷺ لا حسد الا فی اثنین رجل آتاه الله مالا فسلط علی هلکته فی الحق ورجل آتاه الله الحکمة فهو یقضی بها و یعلمها"[3]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی پر رشک کرنا مناسب نہیں ہے مگر دو آمیوں پر رشک کرنا جائز ہے۔ ایک وہ ہے جسے اللہ نے مال دیا ہو اور اُسے نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دی اور دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ نے شریعت کا علم دیا ہو جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے"

ابن الہام حنفیؒ متوفی ۶۸۱ھ فرماتے ہیں:

"واما وصف القضاء ففر ض الکفایة و علیه اجماع المسلمین"[4]

"قضا فرض کفایہ ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے"

ابن قدامہ حنبلیؒ متوفی ۳۳۴ھ فرماتے ہیں:

"والقضاء من فروض الکفایة لان امرالناس لا یستقیم بدونه وکان واجبا علیهم کا لجهاد والاما مة"[5]

"قضا فرض کفایہ ہے اس لئے کہ اس کے بغیر لوگوں کی حالت درست نہیں ہو سکتی پس یہ واجب ہے جیسا کہ جہاد اور امامت"

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب عدلیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس کی بھی ضرورت پیش آئی اور اس کا بھی رسول اللہ ﷺ نے بندوبست کیا ابتداء میں مسلمانوں کی تقریباً ساری آبادی شہر مدینہ میں تھی ان کی تعداد چند سوسے زیادہ نہ تھی۔ مسلمانوں میں تو لڑائی جھگڑے کا سوال ہی نہیں ہونا چاہیے لیکن انسانی فطرت کے تقاضے سے اگر کبھی کوئی جھگڑا ہو جاتا تو لوگ یا تو اپنے قبیلے کے سردار سے رجوع کرتے یا رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے اور فی الفور وہ مقدمہ طے پا جاتا اور فیصلہ نافذ کیا جاتا۔ ہر شخص کو اجازت تھی کہ اعلیٰ ترین افسر عدالت، حکمران ملک یعنی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی شکایتیں پیش کرے اور فیصلہ پالے"[6]

---

[1] انعام، ۶:۱۵۳
[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، مکتبہ الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۸۱ء، کتاب الحدود، ۲۷۔۱۰۳
[3] ایضاً
[4] ابن ہمام، فتح القدیر طبع مصطفی البابی، ۱۹۷۰ء ص ۱۵۲، ج ۷
[5] ابن قدامہ المغنی لابن قدامہ، طبع قاہرہ، ۱۹۷۰ء ج ۱، ص ۳۲
[6] حمید اللہ، ڈاکٹر، محمد، اسلامی ریاست، ناشران قرآن لمیٹیڈ لاہور، س ن، ص ۳۶

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

ان آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ ﷺ اور سلف صالحینؒ کے اقوال سے یہ واضح ہوا کہ عدل اجتماعی کو قائم کرنا اسلامی ریاست کی ایک اہم ذمہ داری ہے۔ عدل سے مختلف فوائد و فضائل کا حصول ممکن ہے جو قیام عدل کی صورت میں ہی معاشرے اور افراد کو حاصل ہوتے ہیں۔ قیام عدل ایک ایسی ذمہ داری ہے جس کو پورا کرنے پر قرآن و سنت میں زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اجتماعی عدل کی نظری اور عملی لحاظ سے لازوال مثال اگر کوئی پیش کر سکتا ہے تو وہ اسلامی ریاست ہی ہو سکتی ہے۔ آج جو مسلم معاشرے مختلف فتنوں اور فساد کا شکار نظر آرہے ہیں اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان ریاستوں نے عدل اجتماعی کے قیام کو بڑی حد تک نظر انداز کر دیا ہے۔ اور جس ریاست میں اسلامی قانون کی مضبوطی اور حکمرانی نہ ہو تو ایسی ریاست اسلامی کہلانے کی مستحق نہیں۔

انسانی حقوق کا تحفظ:

انسانی حقوق کے تحفظ کو اسلامی ریاست کے فرائض میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ معاشرتی لحاظ سے اجتماعی عدل کے ساتھ یہی وہ بنیادی بات ہے جس کے لئے معاشرتی تنظیم وجود میں آئی۔ جہاں چند انسان جمع ہوں وہاں جبر اور ظلم و زیادتی کا امکان ہے۔ ایسے ہی طاقتور لوگ اپنی طاقت کے بل بوتے پر کمزوروں پر دست درازی کر سکتے ہیں۔ ریاست کا بنیادی فریضہ ہے کہ وہ کسی بھی رعایت کے بغیر تمام لوگوں کے حقوق کا تحفظ یقینی بنائے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ہو شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کرے۔ اسلامی ریاست اللہ اور اُس کے رسول کی نیابت میں ہر اُس فرد کے جان و امال کی محافظ ہے جس نے اُس کی شہریت قبول کی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"من صلی صلاتنا و استقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اﷲ فلا تخفر واﷲ فی ذمتہ"[1]

”جس نے ہمارے طریقہ پر نماز پڑھی۔ ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلم ہے جس کے لئے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا ذمہ قائم ہو چکا ہے تو اللہ کے ساتھ اُس کی دی ہوئی ضمانت میں دغا بازی نہ کرو“

جس ریاست کے افراد کو جان و مال کا خطرہ ہر وقت لاحق رہتا ہو وہاں کبھی پائیدار اجتماعیت جنم نہیں لے سکتی۔ ریاست اور رعایہ کے درمیان اطاعت پر مبنی جو معاہدہ ہوتا ہے وہ برقرار نہیں رہتا۔ ایسا معاشرہ خطرناک انتشار اور ابتری کا شکار ہو جاتا ہے۔ معاشرے کی اسی خرابی کو دور کرنے اور اصلاح احوال کے لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فان دمائکم واموالکم واعراضکم حرام الی ان تلقوا ربکم کحرمۃ یومکم ھذا"[2]

”بلاشبہ تمہاری جان و مال اور آبرو ایک دوسرے کے لئے اسی طرح محترم جس طرح آج کا یہ دن ہے۔ حتی کہ تم اللہ سے جاملو“

اسلام دین فطرت ہے اور اس کی تعلیمات انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں پر حاوی ہیں۔ اسی وجہ سے اس نے انسانی حقوق کے متعلق بھی واضح تعلیمات دی ہیں۔ انسانی حقوق تو پھر بھی اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ اسلام تو نباتات کو بھی بے مقصد کاٹنے اور حیوانات کو بغیر سبب تکلیف پہنچانے کے حق میں نہیں ہے۔ انسانی حقوق سے متعلق اسلام میں تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں یہاں تک کہ باقی مذاہب میں یہ ہدایات اس قدر بیان نہیں کی گئیں جس قدر اسلام میں ان کو بیان کیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

"کل المسلم علی المسلم حرام دمہ و مالہ وعرضہ "[3]

”مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے۔ اُس کا خون بھی، اس کا مال بھی اور اُس کی آبرو بھی۔“

اس اسلامی قانون کو ہمارے نبی ﷺ نے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست میں قائم فرمایا تھا کہ کسی جائز اصولی وجہ کے بغیر ریاست کے کسی بھی شہری کو اُس کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے ہی ریاست کا یہ فرض اور ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کی شخصی آزادی کی حفاظت کرے اور اس بات کا اہتمام کرے کہ کوئی بھی کسی کی آزادی کو مجروح کرنے کی کوشش نہ کرے۔ یہاں تک کہ ریاست خود بھی اس آزادی کو سلب کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اگر کسی فرد پہ کوئی الزام بھی ہے تب بھی

---

[1] بخاری، باب فضل استقبال القبلۃ، ۱۰۔۱۷۳

[2] ابن ہشام، السیرہ النبویۃ، قاہرہ، ۱۹۶۴ء، ۴۔۲۵۰

[3] مسند احمد، ۳۔۴۹۱، مسلم، کتاب البر والصلہ باب تحریم الظلم، ۸۔۱۱

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

معروف طریقے سے جرم ثابت کئے بغیر کسی آزادی سلب نہیں کی جاسکتی۔ اس بات کی تائید میں حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان پیش کیا جاتا ہے۔

"عن مقدام ابن معد یکرب وأبی امامةؓ عن النبی ﷺقال: ان لأمیراذا ابتغی الریبة فی الناس افسدھم"[1]

"مقدام بن معد یکربؓ اور ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: امیر جب لوگوں کے اندر شبہات کی تلاش کرے تو ان کو بگاڑ دیتا ہے"

اس حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ کام کہ امیر کی شان اور منزلت کے خلاف ہے جو کسی بھی حال میں اُس کو زیب نہیں دیتا۔

نظام مساوات:

مساوات کے معنی یکسانیت کے ہیں۔ آج کے انسانی معاشروں میں اس یکسانیت کو درہم برہم کر دیا گیا ہے۔ آج کی مختلف ریاستوں اور ممالک نے مساوات کو قائم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکے۔ اسلامی ریاست کا اس بارے میں حسب روایت مخصوص نظریہ ہے۔ علمائے شہریت نے مساوات کی بہت سی قسمیں بیان کی ہیں۔ پیدائشی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی مساوات ہیں۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون کی عام حکمرانی کو قائم کرے۔ ہر شخص اور طبقہ کے لوگ ایک ہی نظام عدالت کے تحت ہوں۔ غریب، امیر، ریاست کے حکمران اور رعایا الغرض تمام لوگ قانون کی نظر میں برابر ہوں۔ اسلامی ریاست قانون مساوات کی علمبردار ہے۔ اسلامی ریاست کا کوئی شہری قانون سے بالاتر نہیں حتیٰ کہ منتظم اعلیٰ بھی قانون سے مستثنیٰ نہیں۔ قرآن مجید میں حضور اکرم ﷺ کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ کہ قانون پر ایمان لانے والے ہیں۔

"امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون "[2]

"رسول ایمان لایا اُس چیز پر جو اللہ کی طرف سے اتاری گئی اور مومنین بھی اس پر ایمان لائے"

اطاعت و تنفیذ قانون میں بھی نبی اکرم ﷺ کا طرز عمل ایک اعلیٰ ترین نمونے کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس بارے میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ ایک دفعہ قریش کی ایک معزز خاتون نے چوری کی۔ معاملہ جب حضور اکرم ﷺ تک پہنچا تو آپ ﷺ نے اسلامی حکم کے مطابق ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اُس قبیلہ کے بااثر لوگوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے سفارش کرنے کو کہا۔ جب آپ ﷺ سے عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور صحابہ کرامؓ سے خطبہ ارشاد فرمایا جس کے الفاظ قانونی مساوات کے حامل ہیں۔ فرمایا:

"انما ھلک من کان قبلکم انھم کانو یقیمون الحد علی الوضیح و یترکون الشریف والذی نفسی بیدہ لو فاطمة (بنت محمد)فعلت ذلک لقطعت یدھا"[3]

"تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اس لئے تباہ ہوئیں کہ وہ لوگ کمتر درجہ کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور اونچے درجے والوں کو چھوڑ دیتے تھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اُس کا ہاتھ کاٹ دیتا"

اسلامی ریاست میں بڑے چھوٹے اور امیر و غریب کے لئے دو مختلف قانون اور عدالتی نظام نہیں ہوتے بلکہ اللہ و رسول ﷺ کا دیا ہوا قانون اسلامی سب پر یکساں جاری و نافذ ہوتا ہے۔ خواہ وہ اسلامی ریاست کا حکمران یعنی امیر لمؤمنین ہو یا ایک عام مزدور۔ اسلامی ریاست لوگوں میں تفریق کی قائل نہیں حضرت عمرؓ نے یہاں تک رعایت دے رکھی تھی کہ عام مجلس میں لوگوں کو اپنے عہدے داروں کے خلاف شکایت کا موقع دیتے تھے۔ حضرت عمر بن العاصؓ نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ سے دریافت فرمایا:

"یا امیرالمومین ارأیت ان کان رجل من المسلمین والیا علی رعیتہ تأدب بعضھم انک لتقصیہ منہ ؟ فقال ای والذی نفسی بیدہ لأقصیہ منہ وقد رأیت رسول االلہ ﷺیقص من نفسہ الا لا تضربوا المسلمین فتدلو ھم"[4]

---

[1] ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی النہی عن التجسس، ۴۔ ۳۷۵

[2] بقرہ، ۲:۲۸۵

[3] بخاری کتاب الحدود باب اقامۃ الجدود علی الشریف والوضیع، ۳۔ ۱۰۰۳

[4] ابو یوسف، امام، کتاب الخراج، مکتبہ مصطفی مصر، ۱۹۶۶ء، ص ۶۶

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

"اے امیر المومنین اگر ایک شخص کسی جگہ کا گورنر ہے اور وہ کسی کو سزا دیتا ہے تو کیا آپ ﷺ اُس سے بھی قصاص دلوائیں گے ؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اُس سے بھی مظلوم کو قصاص دلواؤں گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپؐ اپنی ذات کو بھی قصاص کے لئے لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ خبردار مسلمانوں کو نہ مارو ورنہ تم انہیں ذلیل کر دوگے۔"

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست اپنے قانون میں مساوات کو قائم رکھتی ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ ایک قانون فوجداری ہوتا ہے اس میں مسلمان اور غیر مسلم شہری کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لیکن شخصی قانون میں غیر مسلم شہری کے ساتھ اس کے اپنے قانون کے مطابق معاملہ کیا جائے گا۔ اُسے یہ آزادی حاصل ہے۔ مسلم شخصی قانون کی پیروی پر اسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اسلامی ریاست قانون میں مساوات قائم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے شہریوں میں معاشرتی مساوات کی قائل ہے۔ اسلامی ریاست اُن تفریقات کو تسلیم نہیں کرتی جو رنگ و نسل اور خون و پیشہ کی بنیاد پر قائم کی گئیں ہیں۔ اسلامی ریاست کی نظر میں تمام شہری یکساں حیثیت کے مالک ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

"وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعار فوا ان اکرمکم عنداللہ اتقکم"[1]

"اور ہم نے تمہیں مختلف شاخوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ کہ تم میں آپس میں شناخت ہو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سیسب سے زیادہ پرہیز گار ہے"

حضور اکرم ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

"کسی گورے کو کالے پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فضلیت حاصل نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ۔"[2]

اسی طرح حضرت عمرؓ کا ایک قول مشہور ہے جو اسلامی نقطہ نظر کی عملاً تشریح ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

"لیس بین اللہ و بین احد نسب الا بطاعۃ الناس ، شریفھم و وضیعھم فی دین اللہ سواء"[3]

"اللہ اور کسی شخص کے درمیان اطاعت کے سوا کوئی رشتہ نہیں اس لئے خدا کے قانون میں شریف اور حقیر سب برابر ہیں"

اسلامی ریاست معاشرتی مساوات کو قائم رکھتی ہے اور اپنے انتظامی اختیارات کے ذریعے مصنوعی ممیزات کو ختم کرتی ہے۔ ایسے ہی اسلامی ریاست معاشی مساوات کا بھی لحاظ رکھتی ہے اور معاشی حوالے سے اس نقطہ نظر عام ریاستوں سے مختلف ہے۔ دور حاضر میں بعض ریاستیں مساوات کا دعویٰ تو بہت کرتی ہیں لیکن حقیقی مساوات ان میں موجود نہیں ہے جیسے انڈیا اور امریکہ وغیرہ۔ اسلامی مساوات سے مراد یہ ہے کہ معاشی میدان میں کام کرنے کے مساوی مواقع مہیا کیے جائیں۔ اور تقسیم زر میں کوئی امتیاز روا نہ رکھا جائے۔ عدل اجتماعی کا تقاضا ہے کہ ریاست ان افراد کی کفالت خود کرے جن کا کوئی کفیل نہ ہو۔ یہ ایک اجتماعی حق ہے یعنی جس کا کوئی وارث نہیں ریاست اُس کی وراث ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عن المقدامؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ انا وارث من لاوارث لہ اعقل لہ وارثہ"[4]

"حضرات مقدامؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا میں اُس کا وراث ہوں جس کا وراث نہیں اس کی جانب سے دیت دوں گا اور اُس کا وارث ہوں گا"

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ جس طرح لاوارث کی جائیداد کی مالک بنتی ہے اسی طرح وہ قرض اور دیت کی صورت میں بھی ذمہ دار ہو۔ اگر کوئی بیوی بچے چھوڑ کر مرتا ہے تو ریاست ان کی بھی کفیل ہوگی۔ تعلیمات پیغمبر ﷺ ہی کا اثر تھا کہ اسلامی ریاست کے اولین منتظمین ان معاملات کا اس قدر خیال رکھتے تھے جس کا اندازہ اس واقعہ

[1] حجرات، ۴۹:۱۳

[2] ابن ہشام، ۴۔ ۲۵۰

[3] عمر الفاروق، ۱۹۶، مطبوعہ مصر

[4] ابو داؤد، کتاب الفرائض، ۳۔ ۱۴۹

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

سے لگایا جا سکتا ہے:

"زید بن اسلمؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ عمرؓ کے ساتھ بازار کی طرف گیا وہاں ایک نوجوان عورت اُن کے پاس آئی اور بولی کہ اے امیر المؤمنین میرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے اُس نے بچے چھوڑے ہیں جو ابھی اتنے چھوٹے ہیں کہ اپنا لقمہ بھی اپنے ہاتھ سے نہیں اٹھا سکتے۔ ان کے باپ نے نہ زمین چھوڑی ہے نہ مویشی۔ ڈرتی ہوں کہ کہیں یہ بچے میری کسی کسمپرسی کی نزر نہ ہو جائیں۔ میں خفاف بن ایماء غفاریؓ کی بیٹی ہوں۔ میرے باپ رسول پاک ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے موقع پر موجود تھے۔ عمرؓ اس کی بات سن کر وہیں کھڑے ہوگے۔ اور اس قریبی تعلق پر اظہار مسرت فرمایا پھر گھر میں بندے ایک اونٹ پر گیہوں کی بوریاں لدوائیں اور کچھ نقدی اور کپڑے اس کے ساتھ رکھوائے اور پھر اس کی باک اس کے ہاتھ میں پکڑا کر فرمایا کہ اس کو لے جاؤ۔ اس کے ختم ہونے سے پہلے تیرے پاس مزید سامان پہنچ جائے گا۔"[1]

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسلامی ریاست معاشی مساوات میں لوگوں اور ان کی مجبوریوں کا لحاظ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شہری اعلیٰ صلاحیتیں رکھتا ہے تو اُسے اس کی صلاحیتوں کے مطابق فوائد حاصل ہوں گے اور اگر بے یارو مددگار ہو تو اسلامی ریاست اس کی کفالت کرتی ہے۔ اسلامی ریاست معاشی مساوات کی قائل نہیں جس میں ہر شخص کو جبراً ایک معیار پر لایا جائے اور زائد اشیاء پر ریاست قبضہ کر لے۔

اسلامی ریاست کے خصائص:

اسلامی ریاست اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں قائم ہوتی ہے۔ اس لئے اسلامی ریاست ایک ایسا منظر پیش کرتی ہے جس کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔ تمام شعبہ ہائے زندگی میں معاملات کو اسلام کی ہدایات کی روشنی میں طے کیا جاتا ہے۔ اسلامی احکام کے نفاذ سے اسلامی ریاست میں کچھ خوبیاں اور خصائص پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو اسلامی احکام کے نفاذ کا عملی نتیجہ ہیں۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ وہ خصائص ہیں جن کا اسلام میں تقاضا کیا گیا ہے۔ یعنی اسلامی ریاست میں یہ خصوصیات ضرور ہونی چاہئیں۔ اگر یہ خصوصیات نہیں پائی جاتیں تو پھر وہ صحیح معنوں میں اسلامی ریاست کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ ذیل میں انہی خصائص کو بیان کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کا اقرار و نفاذ:

اسلامی ریاست کی سب سے اہم اور بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا عملاً نفاذ بھی کرتی ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کو عملاً نافذ نہیں کرتی۔ تو ایسی ریاست، اسلامی ریاست کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ اقتدار اعلیٰ (Sovereignty) کی وضاحت کرتے ہوئے پروفیسر راشدہ شعیب صاحبہ لکھتی ہیں:

"اس سے مراد ایک ایسی قوت ہے جو مملکت میں قانون بنانے اور اُسے نافذ کرنے کی اہلیت رکھتی ہو۔ اور جس کی ہستی اور طاقت لامحدود ہو۔ یہ ہستی اپنی طاقت واقتدار میں واحد اور لاشریک ہو، غیر فانی ہو، اس کی تمام کائنات پر حکمرانی ہو، اس کے اختیار اور اس کے بنائے ہوئے قانون میں ردوبدل کرنے کا کوئی دوسرا مجاز نہ ہو"[2]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اقتدار کو بہت سی مواقع پر بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

"ان الحکم الا اللہ، امر الا تعبد والا ! ایاہ، ذالک الدین القیم"[3]

"حکم نہیں ہے مگر صرف اللہ کے لئے، اس کا فرمان ہے کہ تم نہ بندگی کرو مگر صرف اس کی، یہی صحیح دین ہے"

"قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء تنزع الملک من تشاء"[4]

---

[1] بخاری کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیہ، ۲۶۲، ۵۷

[2] پروفیسر راشدہ یعقوب، اسلامی نظام حکومت نظریہ اور عمل، بک پروموٹرز، اسلام آباد، طبع اول اگست، ۱۹۹۵ء ص ۳۱

[3] یوسف، ۱۲:۴۰

[4] آل عمران، ۳:۲۶

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

”کہو، خدایا، ملک کے مالک، تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے“

"لم یکن لہ شریک فی الملک"[1]

”بادشاہی میں کوئی اُس کا شریک نہیں ہے“

"الا لہ الخلق والا مر"[2]

”خبردار! خلق اسی کی ہے اور امر بھی اسی کا ہے“

"اتبعو ا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء"[3]

”پیروی کرو اُس چیز کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور نہ پیروی کو اسے چھوڑ کر دوسرے کارسازوں کی۔“

"ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولیک ھم الکافرون"[4]

”اور جو لوگ فیصلہ نہ کریں اس قانون کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا ہے وہی کافر ہیں۔“

"ولم یکن لہ شریک فی الملک"[5]

”اور جس (یعنی اللہ) کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں۔“

"مالھم من دونہ میں ولی ولا یشرک فی حکمہ احدا"[6]

”(زمین و آسمان کی مخلوقات کا) کوئی خبر گیر اس کے سوا نہیں، اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔“

"وھو القاھر فوق عبادہ وھو الحکیم الخبیر "[7]

”وہ اپنے بندوں پر کامل اختیارات رکھتا ہے اور دانا اور باخبر ہے“

"اللہ الامر من قبل ومن بعد"[8]

”اللہ ہی کا اختیار ہے، پہلے بھی اور بعد میں بھی“

تصورِ حاکمیت کی عملی تعبیر:

نقوش رسول اللہ ﷺ میں مقتدرِ اعلیٰ کی تفصیل میں تصور حاکمیت کی عملی تعبیر کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”ریاست نبوی میں حاکمیت واقتدار اعلیٰ کا منصب اللہ کے لئے خاص ہے اس کی تشریح اور اس کے اطلاعات کا مفصل مطالعہ کرنے سے پہلے یہ بتادینا ضروری ہے کہ جس توحید کی تعلیم رسول اللہ ﷺ آغاز بعثت سے دے رہے تھے اور جس تصور حاکمیت کی توضیح آپ اپنی مکی زندگی میں فرماتے رہے اس کی عملی تعبیر اس وقت سامنے آئی جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اسی تصور حاکمیت کی بنیاد پر مدینہ میں ایک ریاست قائم کی اور تمام امور ریاست کو خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے انجام دیا۔ حاکمیت الٰہی کا یہی وہ بنیادی اصول ہے جس

[1] بنی اسرائیل، ۱۷:۱۱۱

[2] اعراف، ۷:۵۴

[3] اعراف، ۷:۳

[4] مائدہ، ۵:۴۴

[5] بنی اسرائیل، ۱۷:۱۱۱

[6] الکہف، ۱۸:۲۶

[7] انعام، ۶:۱۸

[8] روم، ۳۰:۴

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

نے ریاست نبوی ﷺ کو دنیا کی دوسری ریاستوں میں انفرادیت عطا کی اور اس کے نظم و نسق کو ایک خاص نہج پر استوار کیا"[1]

ان تعلیمات اسلامیہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ ہی اکیلا بغیر کسی شریک یا مددگار کے حاکم و شارع اور قانون ساز ہے۔ اُس کے علاوہ کسی اور کو کوئی حق نہیں کہ وہ شارع یا حاکم بنے۔ اللہ کے سوا کسی اور کو قانون سازی کا حق دینا بدترین شرک ہے جس میں آج مسلمان بھی مبتلا ہیں اور ظالمانہ نظام کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ ظالمانہ نظام کے خاتمے کے لئے اور اسلام کے مبنی بر توحید نظام کے قیام کے لئے متحد ہو کر مخلصانہ جدوجہد کریں اور جہاں جدوجہد جاری ہے اُسے مزید تیز کریں۔ اللہ تعالیٰ کشمیر و فلسطین اور افغانستان سمیت پوری دنیا کے مسلمانوں کی مدد فرمائے۔ آمین

قیام شوریٰ:

اسلامی ریاست کی ایک اور اہم خصوصیت "مجلس شوریٰ کا قیام" ہے۔ "الشوریٰ" یعنی سربراہ ریاست کا تقرر بھی مسلمانوں کے معتمد اور دینی اور عصری تعلیم یافتہ نمائندوں پر مشتمل مجلس شوریٰ کرے گی۔ اور تقرری کے بعد تمام اہم فیصلے بھی مجلس شوریٰ کی منظوری سے کئے جائیں گے۔ شوریٰ کا قیام اسلامی ریاست کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ اس کی فضیلت، ترغیب، اور ضرورت و اہمیت کو قرآن مجید اور احادیث پیغمبر ﷺ میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک فاعف عنھم واستغفر لھم و شاور ھم فی الامر فاذاعزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین"[2]

"پس یہ اللہ کی رحمت ہی ہے کہ تو نرم دل مل گیا ہے ان کو اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو متفرق ہو جاتے تمہارے پاس سے، پس ان کو (جنھوں نے غزوہ احد میں مورچہ چھوڑ دیا تھا) معاف کر دو اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت مانگو اور ان سے ہر اہم معاملے میں مشورہ کرتے رہو پھر (مشورے کے بعد) جب تم نے عزم و ارادہ کر لیا ہو تو اللہ پر بھروسہ کرو اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس پر بھروسہ کرنے والوں سے"

ابن منظور تحریر کرتے ہیں:

"الامر نقیض النھی ---والا مر الحادثۃ"[3]

امر نہی کا مقابل ہے یعنی حکم دینا اور امر کے معنے حادثہ اور واقعہ بھی آتے ہیں"

امام لغت ابن منظورؒ کی اس تشریح سے معلوم ہوا کہ امر کے معنی حکم اور حکومت بھی آتے ہیں اور اہم و مہتم بالشان واقعے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یوں آیت مبارکہ کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ اے نبی حکومت کے معاملات میں اور اہم اور مہتم بالشان واقعات میں اپنے صحابہؓ سے مشورہ کرتے رہو۔ امام ابو بکر جصاص حنفی، امام بغوی، ابن جوزی، امام رازی، امام قرطبی، علامہ نسفی، ابن کثیر اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اپنی تفاسیر میں اس آیت مبارکہ کے ضمن اور تفسیر میں لکھا ہے کہ امت کے لئے شورائیت کی سنت قائم ہو جائے۔ تاکہ امت آئندہ آمریت کے راستے پر نہ چلے اور شورائیت پر عمل کرکے دارین کی فلاح حاصل کرے۔ چنانچہ ابن جریرؒ لکھتے ہیں:

"لیتبعہ المومنون من بعدہ فیما حزبھم من امر دینھم ویستنوا بسنتہ فی ذالک و یحتذوا المثال الذی راوہ یفعلہ فی حیاتہ"[4]

"مشورہ لینے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا تاکہ مشورہ لینے میں بعد میں آنے والے اہل ایمان آپ ﷺ کی پیروی کریں اُن دینی معاملات میں جو اُن کے درمیان پیش آجائیں اور اس بارے میں آپ ﷺ کی سنت کو نمونہ عمل بنائیں اور اس نمونے پر چلیں جو انہوں نے آپ ﷺ کی زندگی میں دیکھا تھا۔"

"ارادان یستن بہ من بعد"[5]

---

[1] محمد طفیل، نقوش رسول ﷺ نمبر، ادارہ فروغ اردو لاہور، دسمبر ۱۹۸۳ء، ج ۵، ص ۱۸۷-۱۸۶

[2] آل عمران، ۳:۱۵۹

[3] لسان العرب، ج ۴، ص ۲۶-۲۷

[4] تفسیر ابن جریر طبع مصر ۱۹۵۴ء، ص ۱۵۲، ج ۴

[5] زاد المسیر لابن جوزی، طبع، ج ۱، ص ۴۸۸، بیروت، ۱۹۶۴ء، و تفسیر کبیر ص ۶۶، ج ۹، و معالم التنزیل، آل عمران،

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

"حکم دینے کا مقصد یہ تھا کہ مشاورت کی سنت میں امت آپکی پیروی کرے"

"عن علی قال قلت یا رسول االله ان نزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نھی فما تامرنی ؟قال شاوروا فیہ الفقھا ء العابدین ولاتمضوا فیہ رأی خاصۃ"[1]

"حضرت علیؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اگر ہمارے درمیان کوئی واقعہ پیش آجائے جس کے بارے میں نہ کوئی امر ہو اور نہ کوئی نہی تو ایسے واقعہ کے متعلق آپ ﷺ کا کیا ارشاد ہے۔؟ فرمایا اس بارے میں عبادت گزار اور دیانت دار ماہرین شریعت سے مشورہ کر لیا کرو اور انفرادی رائے اختیار نہ کرو۔"

"عن ابی ھریرہؓ قال قال رسول االله ﷺ اذا کانت امراء کم خیارکم واغنیاء کم سمحائکم وامورکم شوری بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا و اذا کانت امرا ئکم شرارکم واغنیاء کم بخلاء کم وامورکم الی نساء کم فبطن الارض خیرلکم من ظھرھا"[2]

"جب تمہارے حکمران تم میں سے بہترین لوگ ہوں اور تمہارے دولت مند لوگ سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشورے سے طے کئے جاتے ہوں تو زمین کی پیٹھ تمہارے لئے اس کے پیٹ سے بہتر ہو گی لیکن جب تمہارے حکمران تم میں سے بدترین لوگ ہوں اور تمہارے دولت مند لوگ بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں (یعنی اصل فیصلہ اُن کے ہاتھ میں ہو) تو پھر زمین کا پیٹ تمہارے لئے اس کی پیٹھ سے بہتر ہو گا"

نبی کریم ﷺ نے اس حدیث پاک میں عزت، آرام اور سہولت کی زندگی کے لئے تین چیزوں کو اہم اور ضروری قرار دیا ہے۔ اور یہی تین چیزیں اسلامی ریاست اور صالح معاشرے کی بنیادی شرطیں ہیں صالح قیادت، غریبوں کی کفالت اور شورائیت۔ نبی پاک ﷺ سے مکمل دین سیکھنے والے آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفاء راشدینؓ بھی اسلام کی تعلیم کے مطابق مشورہ فرماتے تھے اور مشورے کے بعد جو بات مناسب معلوم ہوتی اُس کے مطابق احکام فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے متعلق لکھا ہے:

"فان اعیاہ ای ابابکر ان یجد فیہ سنۃ من رسول االله جمع روؤس الناس و خیارکم فاستشارھم فاذا اجتمع رأیھم علی امر قضیٰ بہ "

"اگر ابو بکرؓ کو فیصلہ طلب معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت نہ ملتی تو لوگوں کے سربراہوں (نمائندوں) اور اُن میں سے بہترین لوگوں کو جمع کرتے اور اُن سے مشورہ لیتے تھے جب ان کا کسی بات پر اتفاق رائے ہو جاتا تو اسی کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔ حضرت عمرؓ بھی ایسے ہی کرتے تھے۔"

قاضی عبد الحق ابن عطیہ غرناطیؒ فرماتے ہیں:

"والشوری من قواعد الشریعۃ وعزائم الا حکام من لایستشیر اھل العلم والدین فعزلہ واجب ھذا مالااخلاف فیہ و قد مدح االله المومنین بقو لہ وامر ھم شوری بینھم"

"شورائیت شریعت کا بنیادی قاعدہ اور لازمی قانون ہے جو حکمران دین دار علماء سے مشورہ نہیں لیتا اُس کا معزول کرنا واجب ہے اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قول امر ھم شوریٰ بینھم کے ساتھ مومنین کی تعریف کی ہے"

ان دلائل اور فضائل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نظام شوریٰ کا قیام اسلامی ریاست کی خصوصیات میں سے ہے بلکہ یہ ایک اہم خصوصیت ہے کیونکہ ریاستی شعبہ جات کی کامیابی کے لئے ضروری عوامل میں سے شوریٰ کا قیام ایک اہم عنصر ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں آپ ﷺ نے بذات خود اس کو رواج دیا اور صحابہ کرامؓ کو اس کی ترغیب بھی دی اسی وجہ سے حضرات خلفاء راشدینؓ نے اور بعد کے خلفاء مسلمین نے اس کا خاص طور اہتمام فرمایا اور ریاست اسلامی کے تمام امور کو باہم مشورے سے ادا فرمایا۔ لہٰذا اس نظام شوریٰ کو قائم اور بحال کرنا ایک اسلامی ریاست کی خصوصیت بھی ہے ضرورت بھی ہے اور ذمہ داری بھی ہے۔ اسی لئے صحیح معنوں میں اسلامی ریاست کہلانے کی حق دار وہی ریاست ہے جس میں دیگر خصوصیات اسلامی کی طرح شوریٰ کی صفت بھی موجود ہے۔

---

[1] مجمع الزوائد ص ۱۷۸، ج ۱، العلم کنز العمال، ص ۸۱۲، ج ۵ بغداد
[2] مشکوۃ کتاب الرقاق باب تغیر الناس واخرجہ الترمذی فی آخر ابواب متن، ص ۳۳۰، ج ۲، طبع نور محمد کراچی

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

خلاصہ بحث:

اسلامی ریاست کا تصور صرف ایک سیاسی یا انتظامی ڈھانچہ نہیں بلکہ ایک جامع نظام ہے جو قرآن و سنت کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ اس تحقیقی مطالعے میں ریاست کے نظریاتی بنیادوں، اس کے خدوخال، اور کردار کو اجاگر کیا گیا ہے۔ تحقیق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد عدل، مشاورت، فلاح عامہ، اور اخلاقی قیادت کے اصولوں کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ تاریخی ماڈلز اور معاصر تعبیرات کے مطالعے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلامی ریاست فردی حقوق، اجتماعی فلاح، اور اخلاقی ذمہ داریوں کے درمیان توازن قائم کرنے کا وسیلہ ہے۔ حاصلِ بحث یہ ہے کہ اسلامی سیاسی فکر کو صرف نظریاتی مطالعے تک محدود نہیں رکھا جا سکتا بلکہ اس کے اطلاقی پہلو معاشرتی، اخلاقی، اور قانونی فریم ورک میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔